© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

اسلام کے معنی ہیں اپنے آپ کو پورے طور پر خدا کے سپرد کر دینا اور اپنی زندگی کو بغیر کسی پس و پیش کے احکام الٰہی کی بجا آوری کے لئے اس طرح وقف کر دینا کہ اس راہ میں خاندانی رسم و رواج یا کنبہ قبیلہ کا کوئی طور طریق ۔ اپنی کوئی ذاتی خواہش یا جذبہ کسی شخص یا کسی گروہ کی محبت یا ڈر حائل نہ ہو سکے، اشیاء کے حسن و قبح کا معیار وہی ہو جائے جو شارع اسلام نے مقرر کر دیا ہے اور لذت و کرب یا محبت و نفرت کی کسوٹی وہی ایک چیز ہو جو اسلام نے بتادی ہے ۔ یہی اسلام ہے اور یہی دین فطرت ہے اور زندگی کو اسی ایک قالب میں ڈھال لینے سے حقیقی امن و سکون حاصل ہوتا ہے اسی سے آخرت سنورتی اور نجات و کامرانی کے دروازے کھلتے ہیں اور اسی سے دنیوی زندگی میں سُکھ اور چین آتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے ۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آیا ہے جس کو تمہاری تکلیف ناگوار ہے اور جس کو تمہاری بھلائی کی لو لگی ہوئی ہے اور وہ مومنوں پر بڑا شفیق اور مہربان ہے

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات بیان کی گئی ہیں جن سے ضمناً یہ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کیسا سادہ ۔ آسان اور سہل مذہب ہے ۔ انہی صفات کی طرف آیت ذیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے ۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

یہ پیغمبر لوگوں کے لئے پسندیدہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو ان کے لئے حرام کرتا ہے ان کے بوجھ کو اور ان بیڑیوں کو جو ان لوگوں کو جکڑے ہوئے تھیں ان کو ان سے دور کرتا ہے ۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہ بیڑیاں جن میں لوگ جکڑے ہوئے تھے کیا تھیں ؟ اس کا مصداق جہاں یہود اور نصاریٰ کی وہ من مانی بندشیں اور پابندیاں ہیں جو ان لوگوں نے خواہ مخواہ اپنے سر تھوپ لی تھیں ان سے مراد وہ بیہودہ رسم و رواج بھی ہیں جو یہود و نصاریٰ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کسی خاندانی یا معاشرتی عصبیت کی بنا پر اپنے ذمہ عائد کر لی ہوں کس قدر افسوس اور شرم کی بات ہے کہ یہود اور نصاریٰ کی جن من مانی باتوں پر قرآن مجید انہیں زجر و توبیخ کرتا ہے، اسی طرح کی۔ یا اسی سے ملتی جلتی چند خصلتیں ہیں جن میں مسلمان مبتلا ہو گئے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن زنجیروں کو توڑنے کے لئے تشریف لائے تھے ہم نے آج خود آنحضرتؐ کی امت میں ہونے کے باوجود ان زنجیروں کو خوشی خوشی پہن لیا ہے اور اگرچہ اس خود آفریدہ عصبیت نے ہمارے معاشرہ کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں لیکن پھر بھی ہمیں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ان زنجیروں سے اپنے آپ کو آزاد کر سکیں کسی ایک قوم کی بدنصیبی کی علامت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ امن و طمانیت اور عافیت و راحت کے خزانوں کی کنجیاں اس کے قبضہ میں ہیں لیکن وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھاتی اور درد و کرب کے جہنم میں پڑے رہنے پر قناعت کر کے بیٹھ گئی ہے۔

ذرا سوچئے ! گذشتہ ماہ کے نظرات میں جس رسم بد کا ذکر کیا گیا تھا جو مسلمان اس میں مبتلا ہیں کیا وہ خود ان کے لئے اور جو مسلمان اس کی زد میں آ گئے ہیں ان کے لئے جہنم نہیں ہے ! ایک مسلمان کے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس کو ابھی سے تشویش لاحق ہو جاتی ہے اور اس خیال سے کہ اس کی شادی بغیر وافر روپیہ کے ہو نہیں سکتی وہ ابھی سے اپنے اخراجات کو کم کرنے شروع کر دیتا ہے، خود سختی اٹھاتا ہے تنگی ترشی سے گذر بسر کرتا ہے اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے اپنی آمدنی کے مطابق عمدہ اور صحت بخش غذاؤں کا انتظام نہیں کرتا بیماری کے علاج پر خاطر خواہ روپیہ صرف نہیں کرتا بچوں کی تعلیم کا مناسب اور بہتر انتظام نہیں کرتا اور ایک ایک پیسہ بچا کر روپیہ جوڑتا ہے، آخر وہ اس روپیہ سے بیٹی کے لئے ایک شوہر اور اپنے لئے ایک داماد خریدتا ہے اور اب دامن جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے وہ یہ سب کچھ کرتا ہے لیکن چونکہ اس کا یہ عمل دین فطرت کی تعلیم کے مخالف ہے اس بنا پر اس کا انجام نہایت برا اور خطرناک ہوتا ہے۔ ایک طرف لڑکے نے چونکہ صرف روپیہ کی خاطر شادی کی ہے اس لئے اگر بیوی حسب منشا نہیں ہے تو وہ اسی بیوی کے روپیہ سے اپنے لئے تسکین نفس کی دوسری راہیں پیدا کر لیتا ہے اور بیوی کو عمر بھر کے جلاپے کی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لئے تنہا چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جانب چونکہ شوہر نے ایک معینہ رقم کے بدلہ میں اپنے آپ کو فروخت کیا ہے اس لئے بیوی اس کو اپنے باپ کا زرخرید سمجھتی ہے اور اس بنا پر اس کے دل میں شوہر کی وہ عظمت اور بڑائی نہیں ہوتی جو اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کے ارشاد کے مطابق ہونی چاہئے تھی ایسی صورت میں ایک عام تباہی و بربادی اور ایک ہمہ گیر بدنظمی و انتشار کے سوا اور کیا نتیجہ ہو سکتا تھا۔

اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کسی شخص واحد کے فعل کو صرف اس نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتا کہ وہ ایک شخص کا فعل ہے اور اس فعل کا اثر اچھا یا برا خود اس شخص کے حق میں کیا ہو گا بلکہ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ اس ایک شخص کے فعل کا اثر دوسرے لوگوں پر یا عام سوسائٹی پر کیا پڑیگا اس بنا پر ممکن ہے کہ کوئی فعل کسی ایک شخص کے مخصوص حالات کے اعتبار سے اس کے لئے جائز اور مباح ہو لیکن سوسائٹی پر اس کے برے اثرات پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کو اس فعل سے باوجود اس کے جائز ہونے کے روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک صحابی نے کسی عجمی کتابیہ عورت سے نکاح کر لیا اور آپ کو اطلاع ہوئی تو فوراً حکم دیا کہ طلاق دو اور فرمایا کہ اگر تم لوگ اسی طرح غیروں میں نکاح کرنے لگے تو عرب کی ان دوشیزہ لڑکیوں کا حشر کیا ہو گا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی سے ان مسلمانوں کو سبق لینا چاہئے جو محض لفظی اور رسمی اباحت کی آڑ لے کر ایسے اعمال و افعال کا ارتکاب بے جھجک کرتے ہیں جن کے تمدنی اور معاشرتی اثرات سوسائٹی پر نہایت تباہ کن اور ہلاکت انگیز ہو سکتے ہیں۔

---

بہر حال کسی بھی پہلو سے غور کیجئے۔ خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی۔ اقتصادی ہو یا سماجی و معاشرتی، اپنے مفاد کے نقطۂ نظر سے ہو یا غیروں کے مفاد کے نقطۂ نظر سے۔ یہ رسم بد انتہائی جاہلانہ اور مشرکانہ ہے اور اسلامی سوسائٹی کے جسم پر ایک ایسا پھوڑا ہے جس کے غلیظ و متعفن مادہ نے تمام جسم کو فاسد اور داغ دار بنا دیا ہے۔ آج مسلمان بحیثیت مجموعی جن تباہ حالیوں میں گرفتار ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ منجملہ اور اسباب کے اس میں ان ہزاروں مسلمان نوجوانوں ناکتخدا لڑکیوں کے صبر کو دخل نہیں ہے جو اس شیطانی رسم کی زد میں آ کر اپنے ماں باپ کے سینہ کا بوجھ بنی بیٹھی ہیں اور جو غایت شرم حیا سے آہ زیر لب کرنے کی بھی مجاز نہیں ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ

---



© rasailojaraid.com